مولانا محمد علی جوہرؒ ہمہ جہت شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر قاری بدرالدین
چیئرمین شعبہ عربی وفاقی اردو یونیورسٹی

Prof. Dr. Qari Badarudden

ABSTRACT:

Maulana Mohammad Ali Jouhar was born in the noble family of Rampur in 1878 (1295 Jigra). His father Abdul Ali Khan died in 1880 (1297 Hijra) when Mohammad Ali was only two years. His mother, Abadi Begum, popularly known as Bi-Amma was only 27 years. when she become a widow. Bi-Amma sacrificed her whole life for teaching and training her two sons.

It was a chaotic period for the Muslim world when Moulana Mohammad Ali emerged as a freedom fighter on the horizon undivided India and gave courage to the weak with magical virtues climate in him, he enabled the people / Muslims to become courageous.

In the history of the struggle for freedom, Moulana Mohammad Ali is known as a leader, who loved his country and was faithful to Islam and the Islamic world. He started a movement known as the "Khilafat Movement". He started two newspapers: One in English known as English Comrade and the other in Urdu, by the name of "Hamdard".

In 1921 Moulana spoke against the Government in the Khilafat Conference and remained in jail for two years. A three day Khilafat Conference was held from 8th to 10th July 1931, in which he said:

"I extend my gratitude to Moulana Mohammad Sadiq and his

brothers as well as the people of Karachi for their warm welcome. If our elders feel proud of them and if they are given preference over me will not be an unworthy feeling become in the eyes of enemies we are politically a destroyed motion."

After this speech he become unconscious and left this world on 4th January 1932, with all the pains he had in his heart for his brethren and the country.

یہ حقیقت ہے کہ شب کے سفاک خداؤں نے جب بھی کسی کرن کا قتل عام کیا تو وہ کرن ہمیشہ اس خطہ زمین پر خورشید بن کر ابھری ہے مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت بھی ایک ایسے ہی عہد کی پیداوار ہے ان کی شخصیت قومی افق پر حریت وآزادی کی ترجمان بن کر ابھری جس نے تکلم سے محروم ہونٹوں کو گفتگو کا اعجاز بخشا تشنگی اور بے چارگی کے دکھوں میں گرفتار افراد کو اپنی ساحرانہ صفات کے ذریعے ہمت اور جوانمردی سے ہمکنار کیا۔

جبر واستبداد کا ایک ایسا دور جہاں یہ عالم ہو کہ حق مانگنے کے لیے بڑھنے والے ہاتھوں کو کاٹ دیا جاتا ہو۔ بے رونقئ وطن کا ماتم کرنے والوں کے سر نیزوں میں چن دیئے جاتے ہوں غلامی کے اس بدترین دور میں آداب جہان بانی کی رسم کو توڑ کر مسلمانوں کو پرشکوہ انداز میں سر اٹھا کر چلنے کا چلن سکھایا

مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت نت نئے زاویوں پر محیط تھی وہ ایسے مقرر تھے کہ لوگ ان کی تقریر کے دوران ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے وہ ایک صاحب طرز ادیب قابل قدر شاعر لائق احترام انسان، بلند پایہ صحافی، صف اول کے سیاستدان اور پرجوش مجاہد تھے۔

تعارف زندگی:۔

مولانا محمد علی نے اپنے اخبار ہمدرد میں خود اپنا تعارف پیش کیا ہے فرماتے ہیں ''میری ننھیال امروہہ کی اور دادھیال مراد آباد کی لیکن میرے دادا شیخ علی بخش نے ایک عرصہ تک نجیب آباد میں نواب نجیب الدولہ بہادر کے خاندان کی خدمت کی تھی اور نواب صاحب ہی کے کہنے پر رام پور گئے اور ولی

عہد نواب یوسف خان بہادر کے، اتالیق مقرر ہوئے گو میں بی اماں مرحومہ کے ساتھ بچپن میں ہر سال امروہہ جاتا تھا اور دو تین بار سنبھل بھی گیا کیونکہ وہاں میری ننھیال کے مکانات تھے ''۔[1]

پیدائش وابتدائی تعلیم:۔

مولانا محمد علی جوہر ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ میں رام پور کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے والد کا نام عبدالعلی خان تھا۔[2]

۱۲۹۷ھ میں ان کے والد کی رحلت ہوگئی اس وقت ان کی والدہ (بی اماں) کی عمر صرف ستائیس برس تھی مگر انہوں نے اپنی بقیہ عمر بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔[3]

مولانا محمد علی نے ابتدائی تعلیم رام پور بریلی میں حاصل کی اس کے بعد انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا علی گڑھ میں باغی طالب علم شمار ہوتے انگریز اسٹاف پر تنقید کرتے اور لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے۔[4]

اعلیٰ تعلیم کا حصول:۔

بی۔اے کا امتحان اول نمبرات میں پاس کیا جس کے بعد نامساعد حالات کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ان کے بڑے بھائی نے انہیں انگلستان بھیج دیا ۱۹۰۲ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔[5]

انگلستان سے واپسی:۔

انگلستان سے واپسی پر ٹائم آف انڈیا میں ''آج کا علی گڑھ'' کے عنوان سے مضامین کا سلسلہ شروع کیا جو علی گڑھ کے طلباء میں بہت مقبول ہوا ۱۹۰۷ء میں انگریز اسٹاف کے خلاف ہڑتال ہوگئی جو بالاخر کی اخبار سے علیحدگی پر منتج ہوئی یہ انگریز استعمار کے خلاف ان کی پہلی کاری ضرب تھی [6]

ملکی سیاست پر اسلامی شاعری:۔

ملکی سیاست سے دل چسپی اور شعر و ادب کا ذوق محمد علی کو ۱۹۲۰ء میں ریاست بڑودہ سے حکومت ہند

کے دار الحکومت کلکتہ لے گیا۔ اور وہاں جنوری ۱۹۱۱ء میں اپنے عزیز دوست عبدالرحمن صدیقی، کے تعاون سے ایک انگریزی اخبار ''کامریڈ'' جاری کیا۔ جو بہت جلد براعظم کی صحافتی اور سیاسی دنیا پر چھا گیا۔ براعظم کا یہ پہلا اخبار تھا جس نے برطانوی حکومت پر بے لاگ تنقید کی۔ مولانا محمد علی نے یہیں سے قلمی جہاد کے ساتھ نمایاں طور پر قومی وملی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا، وہ مجاہدانہ جذبہ کے مالک تھے، صاف گو، بے باک، راست باز، اور اسلام کے سچے شیدائی اور اسلام کے لیے قربانی کو اپنا اولین فریضہ تصور کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ''جہاں اسلام کا سوال آتا ہے، میں وہاں اول وآخر مسلمان ہوں، اور مسلمان کے علاوہ کچھ نہیں ہوں'' یہی جذبہ اور یہی فکر تھی کہ مولانا محمد علی جوہر قوم اور وطن کی آزادی کے لیے سرفروشی پر آمادہ رہے، اور عالم اسلام کے مفاد کے واسطے انہوں نے وہ خدمات انجام دیں جس سے متاثر ہوکر قوم نے ان کو ''رئیس الاحرار'' کے قومی لقب سے نوازا، اور حقیقت ہے کہ وہ اپنے قول وفعل میں ہر اعتبار سے ''رئیس الاحرار تھے۔

انگریزوں کے خلاف علم بغاوت:۔

مولانا محمد علی جوہر ہی نے علی الاعلان انگریزوں کو براعظم سے نکالنے کا نعرہ سب سے پہلے لگایا، حریت وآزادی کی تحریک نے صحیح معنوں میں زندگی ان ہی کے مجاہدانہ اقدام سے پائی، آزادی کی جدوجہد میں ان کی سرگرمیوں اور مقبولیت کو دیکھ کر کانگریس نے ان کو مسند صدرات پر بٹھایا۔

اس قومی اعزاز نے ان کو ملک کا سب سے بڑا لیڈر بنادیا مگر اُن کی نگاہ میں ان دنیوی اعزازات کی کوئی اہمیت نہ تھی کیونکہ ان کی محبت ان کی عداوت اور ان کا جینا سب کچھ اللہ کے لیے تھا۔ اپنے ذاتی مفاد یا وجاہت ووقار کے لئے نہ تھا اس لئے اس قومی اعزاز پر انہوں نے فرمایا کہ'' میں اس عزت افزائی کے لیے ملت کا شکر گزار ہوں مگر میری نظر میں اس کی اتنی زیادہ وقعت نہیں ہے

جوہر کا زمانہ اور مسلمانوں کی حالت زار:۔

یہ دور عالمی سیاسی بحران کا زمانہ تھا۔ برصغیر کے اندر اور باہر مسلمانوں پر خاص ابتلاء کا دور تھا عالم اسلام میں انگریزوں کے استعماری عزائم تباہی مچا رہے تھے۔ترکی کے حصے بخرے کرنے کے لیے اٹلی اور یونان کو اُبھارا جا رہا تھا۔ ملک کے اندر تقسیم بنگال کی تنسیخ کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا عناد، انگریز حکومت کا کان پور کی مسجد کے ایک حصے کو شہید کرنا، علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ، غرضیکہ اتنے مسائل تھے کہ برصغیر کی سیاست ایک اہم موڑ کی طرف جا رہی تھی ۔ اس اہم دور میں کامریڈ اور ہمدرد کے مضامین، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ کامریڈ کی زبان اتنی پیاری تھی کہ انگریز اس کو پڑھ کر چٹخارہ لیتے تھے۔

مسلمانوں کے مسائل کا حل:۔

وہ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں بھی قوم کی قیادت کرتے تھے تقسیم بنگال کی تنسیخ پر ان کا ردعمل بہت شدید تھا۔ ۱۹۱۲ء کے اجلاس مسلم لیگ میں اس کا انہوں نے بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کان پور کے مسئلہ پر ایک وفد لے کر انگلستان گئے اور مذہبی امور میں حکومت کی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ وہیں محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا رکن بنایا۔ واپس لوٹے پانچ سال جیل میں رہے۔ ۸

کانگریس اور مسلم لیگ کے ساتھ متحدہ جدوجہد:۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں رہائی کے بعد کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کے لیے سیدھے امرتسر پہنچے، یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ کا روح فرسا اور المناک واقعہ رونما ہو چکا تھا اور ہندوستان کی فضا آزادی کے نعروں سے معمور تھی۔ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر آزادی کے ہزاروں پرستاروں نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ ۹ کانگریس کے اجلاس میں پنڈت موتی لال نہرو نے علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں سے مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے۔ ۱۰

انگریزوں سے نفرت کا اظہار:۔

اُن کو انگریزوں سے حد درجہ نفرت تھی ۔ان کا ارادہ تھا کہ انگریزوں کو ملک سے نکال کر دم لیں گے۔ایک دفعہ بمبئی کے محلہ مدن پورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔"گلیڈ سٹون ترکوں کو یورپ سے بوریہ بستر سمیت نکال دینے کا حامی تھا لیکن ہم انہیں نکالتے وقت ان سے بوریہ بستر یہاں رکھوالیں گے کہ یہ ہمارا مال ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ فرمایا:۔

> "ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو حکومت سے ڈر رہے ہیں ۔اُس سے ڈر رہے ہیں مسلمان کے لیے مخلوق بھی کوئی چیز ڈرنے اور خوف کھانے کی ہے۔ مسلمان کو تو صرف ایک اور اکیلے خالق ذوالجلال سے ڈرنا چاہیے نا کہ اس کی مخلوق سے اور مخلوق بھی کون؟ اس کی باغی۔ ۱۱

پہلی نظر بندی کے اختتام پر رہا کرتے وقت انگریز گورنمنٹ نے ان سے اس امر کے ایک عہد نامہ پر دستخط کرنے کو کہا کہ وہ آئندہ غیر آئینی اور متشددانہ طریقوں سے اجتناب کریں گے تو انہوں نے اس عہد نامہ میں ان الفاظ کا اضافہ بھی کر دیا:۔

> "سب سے پہلے مجھ پر اللہ کی اطاعت فرض ہے اور بادشاہ وقت سے میر ی وفاداری اس شرط سے مشروط ہے کہ اگر دنیاوی قوانین خدائی احکام سے ٹکرائیں گے تو اس صورت میں میں صرف احکام الٰہی کی اطاعت کروں گا۔"

حکومت نے یہ عہد نامہ نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ دونوں بھائیوں کو حکومت کے احکام پر خدا کے احکام کو ترجیح دینے کی پاداش میں دو سال کے لیے پھر جیل بھیج دیا۔ ۱۲

انہوں نے مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی اور دل و جان سے اُن کے شیدائی تھے۔ ۱۳

۱۸۵۸ء سے ۱۹۱۱ء تک ترپن سال کا یہ دور برطانوی استعمار کا محکم ترین دور تھا۔اس دور میں برطانوی استعمار کا وہ زبردست اور پرہیبت عفریت تیار ہوا جس نے محکوم قوموں کے دلوں میں لرزہ پیدا کر دیا تھا۔مگر اس انگریزی استعمار میں ایک خرابی کی صورت بھی نمودار ہوئی۔اور صورت دو طرح ظاہر ہوئی ایک تو بیرون ملک اور دوسرے اندورن ملک جب ۱۹۰۴ء میں جاپان نے بحری جنگ میں سوشمیا کے مقام پر روس کو شکست دی تو جو تصور سفید اقوام کی برتری کا پیدا کیا گیا تھا اس میں دراڑ پڑنا شروع ہوگئی اور محکوم قوموں پر یہ بات رفتہ رفتہ آشکار ہونے لگی کہ آج اگر کسی قوم کا ستارہ بلندی پر ہے تو کل وہ بلندی سے گر بھی سکتا ہے یہ چیز اہل ہند پر اثر انداز ہونے لگی۔

۱۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو انہوں نے کراچی خلافت کانفرنس کی صدارت کی۔ان کے خطبہ صدارت کو باغیانہ قرار دے کر ان کو گرفتار کر لیا اور ان پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ انہوں نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریز کے خلاف بددلی اور ناراضی پھیلائی ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۲۱ء کو انہوں نے ایک طویل بیان دیا اور عدالت کو للکاتے ہوئے کہا:

''ایک ہندوستانی ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت سے برطانوی حکومت کا ساتھ دینا اور اس کی غلامی پر رضا مند ہونا ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔''

اس میں ان کو دو سال کی قید بھی ہوئی دوران جیل اپنی اکلوتی صاحب زادی آمنہ کی علالت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اُسے ایک خط لکھا۔اس سے آپ کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں۔۱۴

جوہر کا مقصد حیات اور عشق رسول:۔

اُن کی ساری زندگی عشق رسول ﷺ کا پرتو تھی۔جونہی حضور سید عالم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔جب لاہور کے ایک متعصب اور دشمن اسلام ناشر

راج پال نے رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس میں حضورﷺ کی حیات طیبہ پر نہایت رکیک و بیہودہ حملے کئے گئے تھے۔اور ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کردیا تو انہوں نے ایک ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کردی۔''جس کی رُو سے کسی ایسے شخص کو جو انبیائے کرام یا دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جاسکے۔''چنانچہ ان کی کوشش کامیاب ہوئی اور ان کا تیار کردہ مسودّہ حاجی سر عبداللہ ہارون نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو غیر معمولی اکثریت سے منظور ہوگیا۔آپ نے فرمایا مسلمانوں اگر تم نے خلافت کو گم کردیا تو اپنی غرض پیدائش کو فوت کردیا تمھارا اصل کام خدا کے احکام کو جاری کرنا ہے۔[۱۵]

خدا، رسولﷺ اور اسلام سے اسی والہانہ محبت کی بنا پر ایک دن ان کے مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے کہا تھا کہ یہ دونوں بھائی اگر عہد نبویﷺ میں ہوتے تو ان کی مسلسل فداکاریاں تو ایسی ہیں کہ جیسے حضور پر نورﷺ نے دس مخصوص صحابیوں کے نام لے کر ایک صحبت میں انہیں جنت کی بشارت دی تھی ایسے ہی ان دونوں کے لیے بھی کیا عجیب کہ نام لے کر ارشاد فرماتے کہ محمد علی فی الجنۃ شوکت علی فی الجنۃ.[۱۶]

جوہر بطور قوم پرست رہنما:۔

مولانا محمد علی جوہر کو کٹر محب وطن اور قوم پرور لیڈر کہا جاتا ہے .اور ان کی ابتدائی اور درمیانی عرصہ کی زندگی کو دیکھتے ہوئے یہ بات بڑی حد تک درست بھی ہے،مگر وطن کی محبت کے ساتھ ساتھ وہ ملت اسلامیہ کے وفادار بھی تھے اور اسلامی ملکوں کے ہمدرد بھی تھے۔ان کی یہ وفاداری اور ہمدردی آخردم تک قائم رہی،اس کا واضح ثبوت ان کی احیائے خلافت کی تحریک ہے جنگ عظیم کے آغاز میں جب ترکوں نے یورپ کے اتحادیوں کا ساتھ نہیں دیا بلکہ وہ جرمنی کے حلیف بنے تو اتحادیوں کے لیڈروں اور ان کے اخبارات نے اس کی سخت مخالفت کی۔ان مخالفوں کے جواب میں مولانا محمد علی جوہر نے اپنے انگریزی اخبار کامریڈ میں ''ترکوں کا انتخاب'' کے عنوان سے ایک مدلل مضمون تحریر کیا جس کا لب ولہجہ بہت سخت تھا اور انگریزی حکومت کو سخت

ناگوار معلوم ہوا اور اُس نے مولانا محمد علی جوہر کو گرفتار کر کے جیل بھجوادیا اور یوں ترکوں کی ہمدردی میں انہوں نے اپنی زندگی کی بازی لگادی۔

جوہر میدان صحافت میں:۔

کامریڈ کی مجموعی عمر ۱۵سال ۸ دن کی تھی کامریڈ کے بند ہونے کے بعد ہمدرد نکلتا رہا لیکن خسارہ میں ۱۹۲۸ء میں محمد علی کو اپنے علاج کے لیے یورپ جانا تھا چنانچہ ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء کو انہیں ہمدرد بھی بند کر دیا پڑا۔ اسی تاریخ کے ہمدرد میں مولانا نے لکھا۔

''حقیقتاً ایک اخبار اسی وقت چل سکتا ہے جب کہ عوام کو اس کی ضرورت محسوس ہو اور وہ کافی تعداد میں اسے خریدیں۔ آج عوام کو ''ہمدرد'' کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لیے میں اسے بند کرتا ہوں ۱۷

اور ایک بار پھر غالب کے اس شعر کو دہراتا ہوں ۱۸

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں روئیے کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں؟

ہمدرد ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء کے شمارے میں عوام کی حالت ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں ۱۹

جاتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

مولانا محمد علی کی ذات میں شعلہ و شبنم کے خواص یکجا تھے۔ ایک واقعہ قاضی عبدالغفار ہی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں ''ایک دفعہ ان کے ایک مضمون کا ایک پروف میں نے دیکھا تھا۔ اس میں کوئی غلطی رہ گئی۔ مزاج برہم ہو گیا دفتر میں آ کر مجھ پر برس پڑے میں بھی کچھ برسا اور اسی وقت اپنا استعفیٰ دے کر گھر چلا آیا دوسرے دن شوکت بھائی زبردستی پکڑ کر لے گئے اور میں گیا بھی تو یہ سن کر کہ کل سے محمد علی نے کھانا نہیں کھایا ہے اور بہت مغموم ہیں ان کے سامنے پہونچا تو شکایت حکایت تو کجا لپٹ کر اس طرح رونے لگے کہ مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا میری شکایت ندامت بن گئی

کراچی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس یکم، ۲ر اور ۳ جولائی ۱۹۱۴ء کو منعقد ہو رہی تھی اور اس کے دعوت نامے ماسٹر محمد خان پٹھان، ڈاکٹر اے۔ ایم احمد اور مسٹر سدھوا کے نام سے ارسال

بھی کیے جا چکے تھے لیکن بعض اسباب کی وجہ سے اس کانفرنس کی تاریخیں بدل کر ۸/۹/۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء مقرر کی گئیں۔ اس موقع پر ایک پیغام میں آپ نے فرمایا ''عرب ہمارے ہم مذہب اور دینی بھائی ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ عربوں کو حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اور ہم خود ایک محکوم قوم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی اور قوم محکوم ہونے کی ذلت اٹھائے۔'' ۲۰

عیدگاہ میدان میں مولانا جوہر کی تاریخی تقریر:۔

اس موقع پر عیدگاہ میدان میں مولانا محمد علی کی زیر صدارت خلاف کانفرنس کا اجلاس کیا تھا اس میں مولانا محمد علی نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''مولانا محمد صادق و برادران! میں آپ تمام حضرات کا اور خصوصاً اہل کراچی کا ممنون ہوں کہ آپ نے میرا شاندار استقبال کیا اگر ہمارے بزرگ، میرے مقابلے میں اس پر زیادہ فخر کرتے ہیں تو یہ ایک بے جا بات نہیں ہوگی کیوں کہ ہمارے دشمنوں کی نظر میں ہم ہر لحاظ سے سیاسی طور پر نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ ہماری بات کوئی بھی سننے کو تیار نہیں دراصل حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے اور میرے بھائی صاحب نے بھڑوچ میں بیان دیا تو اس کے بعد میں بمبئی چلا گیا اور مجھ سے برابر یہ درخواست کی گئی کہ میں لوگوں سے خطاب کروں لیکن میں اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے ایسا کرنے سے قاصر رہا مجھ کو پونا میں ایک زبردست اور پرجوش استقبالیہ دیا گیا اور بیل گاؤں کی میونسپلٹی نے بھی میرا استقبال کیا اگر ہماری سیاسی زندگی کا مزید ثبوت چاہیے تو اہل سندھ نے جس طرح ہمیں خوش آمدید کہا ہے وہ اس کا بین ثبوت ہے اگر اب بھی کسی کو کسی قسم کا شک ہے تو وہ ختم ہو جانا چاہیے۔'' ۲۱

''اب میں آپ کی توجہ ایک ایسے ضروری معاملے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس میں ایک گہرا راز بھی مضمر ہے، میں اسی معاملے سے اپنی بات شروع کروں گا اور اسی پر ختم کروں گا حکومت نے جس شدومد سے ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کی ہے وہ عام پچھلی کوششوں سے کہیں زیادہ ہے ہمارے قریبی تعلقات جو مہاتما گاندھی سے ہیں وہ ایک ایسی تیر بہدف دوا ہے جس میں

تمام بیماریوں کا راز مضمر ہے ۲۲

ہندوستان کے وائسرائے اور وزیر ہند نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کچھ رجعت پسند اخبار مثلاً ڈیلی ٹیلیگراف اور مارننگ پوسٹ نے یہ بات کئی مرتبہ لکھی کہ ہمارا اتحاد غیر فطری اور نا عاقبت اندیش ہے یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آقا اور غلام کے اتحاد کو بہر طور فطری سمجھ لیا جائے'' ۲۳

اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں جو قراردادیں منظور کی گئیں وہ یہ ہیں۔

۱) آل انڈیا خلافت کانفرنس کا یہ اجلاس سلطان ٹرکی کی مسلمان آبادی سے اپنی وفاداری کا اعلان کرتا ہے ۲۴

۲) یہ اجلاس جناب جان محمد جونیجو کے انتقال پر جنہوں نے تحریک ہجرت کی قیادت کی تھی، انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔

۳) یہ اجلاس سندھ کے ان تمام کارکنوں کو جو اپنے مذہب اور ملک کی خاطر قید وبند کی مشقتیں جھیل رہے ہیں، مبارک باد دیتا ہے

۴) آل انڈیا خلافت کانفرنس کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ جب تک ہندوستانی مسلمانوں کا مطالبہ برائے خلافت

پورا نہیں ہوتا جو کہ ان کے مذہبی عقائد پر مبنی ہے اور جب تک جزیرۃ العرب اور تمام اماکن مقدسہ کی آزادی کو بحال نہیں کیا جاتا چین سے نہ بیٹھیں گے۔

۵) میسوپوٹامیہ کا علاقہ ایسی سرزمین ہے جہاں پیغمبر اسلام رسول اکرم ﷺ کے اہل و عیال اور بہت سے صوفیا اور بزرگ مدفون ہیں اور پھر یہ کہ یہ سرزمین جزیرہ العرب کا خاص حصہ ہے لہٰذا کسی غیر مسلم کا داخلہ رہائش یا اثر ورسوخ اسلامی نقطہ نظر سے ناجائز ہے۔

۶) یہ کانفرنس مرکزی خلافت کمیٹی کو اجازت دیتی ہے کہ وہ تمام مسلم ممالک میں اپنے سفیر اور کارکن بھیجے تاکہ وہ لوگوں میں موجودہ حالات۔ سے واقفیت پیدا کریں اور

ساتھ ہی اسلامی اتحاد کو فروغ دے۔

دوسری گول میز کانفرنس میں مہاتما گاندھی بھی شریک تھے، جو وائسرائے اروان کے ساتھ معاہدہ کر گئے تھے کہ اُن کے سوراج کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجہ نو آبادیات ہی ہوگا تاہم انہوں نے وہاں اعلان کیا کہ

> ''میں درجہ نو آبادیات کا قائل نہیں ہوں میں تو آزادی کامل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں۔ میں اس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں نہ دیا جائے گا اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں مجھے قبر کے لئے جگہ دینی پڑے گی۔''

اس تقریر کے بعد اُن کی حالت سنبھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اسی قومی وملّی درد کی کسک میں ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو دارفانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۵

وفات جوہر اور معاصرین کے تاثرات:۔

مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے ان کو غسل دیا شام کو لیڈ مکیٹن ہال لندن میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں گول میز کانفرنس کے تمام اراکین، وزیر ہند اور دیگر معززین نے شرکت کی بعد ازاں ان کا جسد خاکی بیت المقدس لے جایا گیا جہاں مسجد اقصیٰ اور مسجد عمرؓ کے قریب دفن دیا گیا اور اس طرح یہ شعر حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور　　رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

...اء الملک حکیم محمد حسن قریشی مرحوم راوی ہیں کہ

> ''جب آپ کی وفات ہوئی تو فلسطین کے عرب رہنماؤں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے چنانچہ محمد علی کی نعش بذریعہ جہاز پورٹ سعید پہنچی تو حکومت مصر کی جانب سے وزیر اعظم

اور علماء نے استقبال کیا۔ جب یہ جنازہ بیت المقدس پہنچا تو ہزاروں لوگ جمع تھے جلوس کی رہنمائی مفتی اعظم فلسطین مرحوم سید امین الحسینی کر رہے تھے قاہرہ، عمان اور تیونس کے عرب شعرا نے روح پرور مرثیوں سے فضا کو مسحور کیا مصر کے شاعر مشرقی پاشا نے ایک بلند پایہ مرثیہ میں مولانا محمد علی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ مرثیہ مولانا مرحوم کی تاریخی خدمات کا اجمالی تذکرہ ہے۔"

مرثیہ ملاحظہ فرمائیں:۔

''آج ہیں اس کی ملاقات سے سرفراز ہوا نبی ﷺ نے اُس کے لیے اپنی براق کے بیٹھنے کی جگہ کھول دی اور اس آنے کا مقام ہے جہاں نبی ﷺ رات کو گئے تھے مشرق کے حقوق کے لیے لڑنا اس کا کام تھا۔ مشرق کے لیے اس کی جو تڑپ تھی یا ہندوستان کے واقعات کے لئے اس کی بے خوابی اُسے ہندوستان بھلا نہیں سکتا۔ اپنی مصیبتوں میں اس کی آواز کو یاد کریگا اور مرحوم کی رہنمائی سچی تڑپ کو فراموش نہیں کریں گے۔[۲۶]

اس نے زندگی میں وہاں کے باشندوں کی مدد و اعانت کی وہ وہاں کے لئے اجنبی کیسے ہوسکتا ہے۔"

وفات سے قبل اُنہوں نے اپنے وصیت نامے میں لکھوایا کہ:۔

''میں شاید ہر ہندوستانی سے زیادہ اس کا خواہش مند ہوں کہ غیر ملکی اقتدار ختم ہو جائے جو ایک دکان داروں کی قوم نے ہماری قسمتوں پر حاصل کرلیا ہے لیکن جیسا کہ میں نے گول میز کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے کو لکھا تھا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ غیر ملکی دکان داروں کی بجائے خود اپنے ملک میں دکان داروں کے ایک ملکی فرقہ کو اپنی قسمتوں پر حاوی کردیا جائے"۔[۲۷]

خان بہادر الحاج سید مسعود حسن مسعود لکھیم پوری پی سی ایس (ریٹائرڈ) نے آپ کی

وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا

جوہر تخلص اور محمد علی تھا نام بعد وفات پائی جگہ جنت النعیم
تھی ذات اُن کی فخر علی گڑھ کے واسطے اور شہر رام پور کے باشندہ قدیم
لندن میں موت بیت المقدس ہے جائے دفن مسعود ہے وفات کا سن ''فاضل عظیم'' ۲۸

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے یوں خراج عقیدت پیش کیا

خاک قدس اوررابہ آغوش تمنادر گرفت سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گزشت ۲۹

یورپ کے ایک عظیم مدبر اور اہل قلم نے ان الفاظ میں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کیے:۔

''وہ نپولین کا دل ل برک کی زبان اور میکالے کا قلم رکھتے تھے''۔۳۰

حواشی وحوالہ جات

1) اخبار ہمدرد،۲۴ فروری ۱۹۲۷ء
2) شیخ محمد رفیق، تاریخ پاکستان، لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۴۴،
3) روزنامہ جنگ ۵ جنوری ۱۹۷۶ء
4) انتظام اللہ شہابی، مشاہیر جنگ آزادی، کراچی ۱۹۵۱ء، ص ۲۸۵،
5) قاری احمد، تاریخ ہندو پاکستان، کراچی ۱۹۴۷ء، ص ۳۳۲
6) شیخ محمد رفیق، تاریخ پاکستان، لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۴۵
7) عبدالوحید خان، مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ، لکھنو ۱۹۴۶ء، ص ۹۰
8) شیخ محمد رفیق، تاریخ پاکستان، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۴۵، ۳۴۶
9) روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۶ جنوری ۱۹۷۵ء
10) روزنامہ مشرق لاہور، ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء
11) عبدالوحید خان، مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ، لکھنو ۱۹۴۶ء، ص ۹۲
12) رونامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۷۵ء

۱۳) رونامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۷۵ء

۱۴) روزنامہ جنگ کراچی ۵ جنوری ۱۹۷۶ء

۱۵) عمر حیات سیال، امت مسلمہ کو درپیش مسائل اور مولانا محمد علی جوہر، ندوۃ القلم، ص ۳۷

۱۶) منشی عبدالرحمان خان، معماران پاکستان، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۴۷

۱۷) روزنامہ ہمدرد ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء

۱۸) روزنامہ ہمدرد ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء

۱۹) روزنامہ ہمدرد ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء

۲۰) عمر حیات سیال، امت مسلمہ کو درپیش مسائل اور مولانا محمد علی جوہر، ندوۃ القلم، ۴۸

۲۱) سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۲۱ء

۲۲) سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۲۱ء

۲۳) سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۲۱ء

۲۴) انڈین خلافت موومنٹ، ص ۳۶۳

۲۵) روزنامہ مشرق لاہور ۳ جنوری ۱۹۷۵ء

۲۶) عزیز الرحمٰن جامعی، جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین، ص ۱۶۹، ۱۷۰،

۲۷) تاریخ پاکستان، ص ۳۴۸

۲۸) سید مسعود حسن مسعود، عندلیب تواریخ، مطبوعہ الہ آباد، ص ۵۳

۲۹) روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۴ جنوری ۱۹۷۶ء

۳۰) روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۴ جنوری ۱۹۷۶ء

سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

عہد حاضر کے حوالے سے امت مسلمہ کی رہنمائی

(سیرت النبیؐ پر پانچ صدارتی ایوارڈ یافتہ تحقیقی مقالات)

(رواداری، احتساب، کفالت، مثالی نظام تعلیم، نیو ورلڈ آرڈر)

مصنّف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

خدمت خلق و رفاہ عامہ کی اہمیت

سیرت طیبہ کی روشنی میں

.... مصنّف ....

...... پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ......

زیر طبع مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ